۶۰ سال پہلے

رسالہ ترجمان القرآن کو شائع ہوتے ۶۰ سال سے اوپر ہو رہے ہیں۔ ہم ہر اشاعت میں ۶۰ سال پہلے کی اشاعت سے کوئی ایسا اقتباس دیا کریں گے جو ماضی کا عکاس بھی ہو' اور حال سے مربوط بھی۔ (ادارہ)

یورپ اور امریکہ کی عورتوں نے زندگی کا کون سا میدان ایسا چھوڑ دیا ہے جس میں مردوں کا مقابلہ نہیں کیا؟ وہ کھیل کود اور جسمانی ورزش کے میدان میں اتریں' کارخانوں اور دفتروں میں در آئیں' دماغی اور جسمانی محنت کے تمام پیشوں میں مردوں سے حصہ بنایا' فوج اور پولیس تک کے خالص مردانہ شعبوں میں جگہ حاصل کی' عدالت کی کرسی سے لے کر وزارت اور سفارت کی اہم خدمات تک میں اپنی قابلیت کا سکہ جمانے کی کوشش کی' اور معاشی استقلال حاصل کرکے اس پرانے نظریہ کی دھجیاں بکھیردیں جو بدءِ آفرینش سے مسلّم چلا آ رہا ہے' یعنی مرد کا کام روزی کمانا اور عورت کا کام گھر سنبھالنا ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے بعد بھی مرد بدستور حکمران اور بالادست ہے اور عورت اسی طرح محکوم اور زیردست۔

آپ کسی آزاد سے آزاد سوسائٹی میں چلے جایئے' اوّل نظر میں آپ محسوس کرلیں گے کہ عورت اور مرد کے درمیان امتیازی برتاؤ ہو رہا ہے۔ کسی کارخانے یا کسی دفتر میں جایئے' آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ عورت کو کمتر ذمہ داری اور کمتر مہارت و ذہانت کے کام دیے جاتے ہیں' اور ادنیٰ درجہ کی خدمتوں میں بھی عورت کا معاوضہ مرد کی بہ نسبت کم رکھا گیا ہے۔ آپ کو مغربی زندگی کا کوئی شعبہ بھی ایسا نظر نہ آئے گا جس میں ادعائے مساوات کے علی الرّغم' اصلی اور حقیقی نا مساوات قائم نہ ہو۔ اور مجموعی طور پر آپ یہی دیکھیں گے کہ ہر جگہ حکومت مرد کی ہے اور عورت کا درجہ ہر جگہ مرد سے فروتر ہے۔

انسان کے لیے صحیح اجتماعی نظام وہی ہو سکتا ہے' جو فطرت کے منشا اور مقصد کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر اختیار کیا جائے۔ اس کو سمجھے بغیر' یا سمجھنے کے باوجود عمداً اس کے خلاف جو طریقے بھی زندگی بسر کرنے کے لیے اختیار کیے جائیں گے' ان کا نتیجہ بجز آلام و مصائب اور بالآخر تباہی کے

اور کچھ نہیں نکل سکتا۔

جن قوموں نے تفریط کا پہلو اختیار کیا ہے' وہ عورت کو ذلیل کرنے کے ساتھ خود بھی ذلیل ہو گئیں' کیونکہ جس جماعت کا نصف حصہ ذلیل ہو وہ بحیثیتِ مجموعی ذلت کے گڑھے میں گرنے سے کیونکر بچ سکتی ہے؟ پھر یہ نصف حصہ بھی کون سا نصف حصہ؟ وہ جو پوری قوم کی نسلوں کا مصدر و منبع اور تربیت گاہ ہے۔ جس کی درستی پر نسلوں کی درستی' اور جس کی خرابی پر نسلوں کی خرابی مترتب ہوتی ہے۔

اسی طرح جن قوموں نے افراط کا پہلو اختیار کیا ہے' وہ عورت کو مردوں کے دائرے میں لا کر اپنے پورے نظامِ تمدن کو درہم برہم کر چکی ہیں' اور کیے جا رہی ہیں۔ وہ اس پر قادر نہیں ہیں کہ حمل و ولادت' رضاعت و تربیت اور تدبیرِ منزل کی ذمہ داریوں میں عورت کے ساتھ مرد کو بھی برابر کا شریک بنا دیں۔ وہ اس پر بھی قادر نہیں ہیں کہ عورت کی جبلّت کو بدل دیں۔ ان کو اس پر بھی قدرت حاصل نہیں ہے کہ فطرت نے عورت میں جو قابلیتیں اور صلاحیتیں ودیعت نہیں کی ہیں وہ اس میں پیدا کر دیں۔ مگر اس کے باوجود وہ کوشش کر رہی ہیں کہ اس بارِ گراں کے علاوہ' جو فطرت نے عورت پر ڈال دیا ہے' اور جس میں حصہ لینا مرد کے لیے کسی طرح ممکن نہیں ہے' عورت پر وہ بار بھی ڈال دیں جو فطری تقسیم کے اعتبار سے صرف مرد کے حصہ میں آیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عورت کے لیے بیک وقت دو مختلف قسم کے بار برداشت کرنا مشکل ہوگیا ہے۔

آج کل مشرقی دماغ' مغرب کے بلند بانگ دعاویِ علم و عقل سے اس قدر دہشت زدہ ہو گئے ہیں کہ جس غلط اور سراسر خلافِ عقل و حکمت بات کو مغرب نے صحیح سمجھا' اور رواج دے دیا' اس کو اہلِ مشرق نے بھی مسلّمات میں داخل کر لیا' اور کسی کو اس کے خلاف زبان کھولنے تک کی جرأت نہ ہوئی۔ ہر آیت جو آسمانِ مغرب سے نازل ہوئی' زمینِ مشرق میں اسے ایمانیات کا درجہ حاصل ہوگیا۔ چنانچہ عورتوں اور مردوں کی مساوات' اور عورتوں کی آزادی' اور ان کے حقوق کے متعلق بھی جو خیالات مغرب سے آئے ہیں' ان کو مشرق والوں' حتیٰ کہ مسلمانوں تک نے' اس طرح تسلیم کر لیا ہے گویا کہ وہ ناقابلِ تردید مسلّمات ہیں۔ اچھے اچھے پڑھے لکھے آدمی قرآن و حدیث کی تعلیمات کو کھینچ تان کر ان کے مطابق بنانے کی کوششیں کرتے ہیں۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' اشارات' جنوری ۱۹۳۴)